



مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر فضل حنان سعیدی

مدیران

مولانا محمد فاروق شریف رضوی

مولانا شکور احمد ضیا سیالوی



مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان

مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

042-37374429 0315-7374429

alnizamia7374429@gmail.com

Jamia Nizamia Rizvia

مجلس علماء نظامیہ پاکستان

اغثنی یارسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام

النظامیہ

لاہور
شیخوپورہ

علمی ادبی اور تحقیقی مجلہ

بفیضانِ نظر



جنوری 2024

مدیر اعلیٰ
شیخ الحدیث
ڈاکٹر فضل حنان سعیدی

زیرِ قیادت


زیرِ سرپرستی


مدیران
مولانا محمد فاروق شریف رضوی
0312-7245738
مولانا شکور احمد ضیا سیالوی
0300-5090565

مجلسِ مشاورت

صاحبزادہ مولانا نصیر احمد ہزاروی
صاحبزادہ مولانا غلام مرتضیٰ ہزاروی

مجلسِ ادارت

مولانا محمد ظہیر بٹ فریدی
مولانا قاری احمد رضا سیالوی
مولانا محمد عمران الحسن فاروقی

ڈیزائننگ
محمد مولانا طارق عزیز سعیدی
کمپوزنگ: مولانا سمیع اللہ سیالوی
اویس فاروقی ثاقبی، فراز رسول مرتضائی
سرکولیشن ٹیم
محمد فزاہد، فرقان الحق
فہیم احمد، عمران اصغر

رابطہ کے لیے
مرکزی دفتر
مجلس علماء نظامیہ پاکستان
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

ممبر شپ فیس
پاکستان سالانہ بذریعہ
رجسٹرڈ ڈاک 1200 روپے
شمارہ نیٹ ریٹ 30 روپے

اس دائرے میں (سرخ نشان) اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے

نوٹ: ادارہ "مجلہ النظامیہ" کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ناشر
مجلس علماء نظامیہ پاکستان

0315-7374429 042-37374429 EMAIL: alnizamia7374429@gmail.com

فہرست

اداریہ...... سانحاتِ ارتحال 3
مدیرِ اعلیٰ: شیخ الحدیث ڈاکٹر فضل حنان سعیدی

درسِ قرآن...... قلبِ سلیم 8
مولانا محمد انوار الرسول مرتضائی

عقائدِ اہلِ سنت اور ارشاداتِ مولی المسلمین رضی اللہ عنہ 13
مولانا شرافت حسین تونسوی

مسلّم الثبوت ہے فضیلتِ معاویہ 17
حافظ محمد ہاشم قادری

حیات وخدماتِ مولانا محمد عباس کریمی رحمۃ اللہ علیہ 21
مولانا علی ذوالقرنین رضوی

مسئلۂ فلسطین... تاریخ کے آئینہ میں 26
مولانا محمد نبیل رضوی

مصارفِ زکوٰۃ 32
حافظ محمد بلال حنیف ہمدمی

تقویٰ و پرہیز گاری 38
محمد سعد مجددی

دار الإفتاء... گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کے شرعی احکام 41
مولانا مفتی محمد اکمل قادری رضوی

اداریہ... حرفِ دل

مدیرِ اعلیٰ: شیخ الحدیث ڈاکٹر فضل حنان سعیدی

سانحاتِ ارتحال

افسوس کہ اکابر دُنیا سے کوچ کرتے جارہے ہیں اور اُن کے جانشین تیار ہوتے نظر نہیں آرہے، گزشتہ ماہ اہلِ سنت کی کئی جلیل القدر شخصیات کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، جن میں میرے استاذ، آبروئے علم وادب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اور میرے ہم مکتب و رفیق فاضلِ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور علامہ پیر محمد اقبال خان ہمدمی شامل ہیں۔

آبروئے علم وادب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر علیہ الرحمہ بلاشبہ ان بڑے لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کبھی اپنے اندر کے مرکزِ ثقل کو گم نہیں ہونے دیا، وہ اپنی انگلیوں کے آخری پوروں تک ایک زندہ، توانا، ہنگامہ خیز اور باغ و بہار شخصیت کے حامل تھے۔

شفقت، عاجزی، انکساری، ملنساری، خوش اخلاقی، کسی سے اس کی علمی و تحقیقی صلاحیت کے مطابق کام لینا اور علمی قدر دانی... یہ سب اوصافِ حمیدہ اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

لسان القرآن عربی زبان سے اُنھیں عشق تھا۔ اس کے علاوہ انگریزی، فارسی، اردو اور پنجابی پر بھی غیر معمولی دسترس رکھتے تھے۔ اُنھوں نے کئی کتب، رسائل، تراجم، تقدیمات و تقریظات اور مضامین و کالمز اِن سب زبانوں میں لکھے، مگر عربی زبان

کے ساتھ انہیں خاص شغف تھا اور یہی زبان و ادب ان کی پہچان بن گیا۔ رومی، سعدی، شیرازی، غالب، اقبال اور میر وغیرہ علیہم الرحمہ کے کلام کے طویل حصے انہیں حفظ تھے۔ عربی پر ان کی دسترس اور مہارت و عبور کا عالمِ عرب بھی مداح و قدر دان ہے، بہت سے اہلِ علم ان کی تحقیقی کاوشوں کو حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ان کی علمی و فکری خدمات کا سلسلہ نصف صدی کو محیط ہے، گویا اُنھوں نے ساری زندگی علمی وراثت کو نسل در نسل منتقل کرنے میں کھپا دی۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں پڑھانا ایک اعزاز ہے، اگر کسی شعبے کی سربراہی ملے تو شخصیت کو خاص مقام کا حامل بنا دیتی ہے۔ وہ شعبۂ عربی جامعہ پنجاب کے صدر، اورینٹل کالج کے پرنسپل اور کلیہ علومِ اسلامیہ و شرقیہ کے ڈین کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ ان کے علاوہ بھی کئی اعلیٰ مناصب کے حامل رہے، لیکن اس کے باوجود وہ اعزازات و اکرامات سے بے نیاز ایک درویش منش اور سادہ طبیعت کے مالک انسان تھے۔ وہ کسی کا احسان یا کسی سے پروٹوکول لینا گوارا نہ کرتے، بلکہ یہ سب وہ دوسروں کو دے کر خوش ہوتے۔ اقبال مرحوم کے اشعار میں اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا:

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

میں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے مقالہ لکھنا تھا تو مجھے کہنے لگے کہ ایک شاعر ہیں ابوالفتح محمود بن حسین رملی المعروف بہ کشاجم، یہ بہت اچھے شاعر اور متنبی کے ہم عصر ہیں، ان پہ کام نہیں ہوا، میری خواہش ہے کہ آپ اِس پہ کام کریں۔ مَیں نے ان کی

خواہش پر ''دیوان کشاجم'' پہ کام کیا، وہ میرے کام سے بہت مسرور اور مطمئن تھے۔

نصف صدی پر محیط علمی وادبی خدمات کے ذریعے اُنھوں نے علمی وراثت کو نسل در نسل منتقل کرنے میں اپنی عمر کھپادی۔ اس علمی اور ابلاغی سفر میں اپنے شب و روز بسر کیے، ہزاروں شاگردوں کی سیرت و کردار اور شخصیتوں کو قرآنی علوم اور حدیثِ رسول ﷺ کے پھولوں اور ان کی خوشبو سے منور و معطر کیا۔

اُمّتِ مسلمہ کو درپیش مسائل پر ان کی گہری نظر تھی۔ موجودہ حالات کی ابتری کسی سے مخفی نہیں ہے، غزہ کے مسلمانوں کی نسل کشی پر پوراعالمِ اسلام خاموش تماشائی ہے۔ آج سے تقریباسات سال قبل لکھی ہوئی اُن کی ایک تحریر کا اقتباس ملاحظہ ہو:

اسرائیل کے صیہونی تو 1967ء سے جولان کی پہاڑیوں پر قابض ہیں اور دمشق کو ہتھیانے کے لیے مدت سے منڈلا رہے ہیں؛ اس لیے اب چاہتے ہیں کہ روس اور کچھ دیگر لٹیروں کی مدد سے باقی ماندہ ملک شام بھی ہتھیالیں اور اس میں سے کچھ بشار الاسد کے دروزی درندوں کو سونپ دیں؛ تاکہ جو شامی پناہ گزین یورپی شہروں ایتھنز، لندن اور برلن وغیرہ کے دروازوں پر پڑے ہیں انہیں بھی دروزیوں کی غلامی میں دے دیا جائے، تاہم انکل سام بھی اپنی خود ساختہ اسلامی خلافت داعش پر سوار ہو کر شام میں اودھم مچائیں گے، مگر دیکھنا اب یہ ہے کہ ترکی سمیت پورے اسلامی مشرق وسطیٰ میں فساد مچانے والے سامراجی شام کے حصے بخرے کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا آپس میں ٹکرا کر نازی جرمنی کے ہٹلر اور فاشسٹ مسولینی کے سے انجامِ بد کو پہنچتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اسلامی دنیا کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟ عرب لیگ کہاں کھو گئی ہے؟ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کہاں سو رہی ہے؟

عالمی صیہونیت اور ہندو بنیئے کا حرام سودی، سرمایہ مسلمان دہشت گرد تیار کرنے پر پانی کی طرح بہایا جارہا ہے مگر مسلمان لیڈر اور عوام رو کر اور چور کو ''چور اور چور'' کہہ کر واویلا کرنے سے بھی عاجز ہیں؟ اگر کوئی بے بس عورت کہیں غنڈوں میں گھر جائے تو اس میں بھی چیخ چلا کر یہ کہنے کی تو جرأت اور ہمت ہوتی ہی ہے کہ بچاؤ و بچاؤ مگر ہم مسلمان اتنے گئے گزرے ہیں کہ کہیں اکٹھے ہو کر رو بھی نہیں سکتے، فریاد کرنے سے بھی عاجز ہیں؟ لیڈر کرپشن میں گم ہیں اور عوام ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں!![1]

وہ ایک پھول تھے جس کی خوشبو سے فضائیں معطر رہتیں، ایک سائبان تھے جس کے سایہ میں سکون واطمینان کے احساسات سے وجود معمور ہوتا، ایک شمع تھے جس کی روشنی میں ہر شخص اپنے آپ کو باہمت، حوصلہ منداور ترقی کی راہ پر گامزن محسوس کرتا۔ آج اُس شخصیت کی خوشبو سے فضائیں محروم ہیں، وہ شمع جو تشنگانِ علم کے دیوں کو جلا کر ہمت وحوصلہ سے نوازا کرتی وہ اپنی حیاتِ مستعار کے ایام گزار کر اب ہمیشہ کے لیے بجھ گئی ہے۔ ان کی علمی قدریں ہی ان کی نیک نامی کی بیّن دلیل اور رب قدیر کی بارگاہ سے سبب جزا ہیں۔

---

[1] نوائے وقت، 3مارچ،2016ء

مولانا پیر محمد اقبال خان ربانی ہمدمی

جامعہ نظامیہ رضویہ نے بلاشبہ ایسے بے شمار رجال تیار کیے ہیں جن کی سیرت و کردار اور خدمات تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں، ایسی ہی شخصیات میں ایک نمایاں نام میرے ہم سبق علامہ پیر محمد اقبال خان ربانی ہمدمی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

وہ اپنے والدِ گرامی تلمیذِ حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلما مولانا مہر محمد خان ہمدم علیہ الرحمہ کے صحیح معنوں میں جانشین ثابت ہوئے اور اپنی زندگی کو علم وادب کی خدمت میں صرف کیا۔

1983ء میں وہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں زیرِ تعلیم اور میرے ہم سبق تھے، جب اُن کے والدِ ماجد کا وصال ہوا، اُن کے جنازہ میں مفتیٔ اعظم پاکستان، شرفِ ملت علیہما الرحمہ اور دیگر اساتذۂ جامعہ کے ہمراہ مجھے بھی حاضر ہونے کا شرف ملا۔

اپنے دورِ طالبِ علمی میں وہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلبہ کی تنظیم بزمِ رضا پاکستان کے جوائنٹ سیکرٹری بھی رہے، اُس دَور میں مَیں بزمِ رضا کا فنانس سیکرٹری تھا۔ علمِ دین کے ساتھ اُن کی محبت کی ایک بین دلیل یہ بھی ہے کہ اُن کے متعدد مریدین جامعہ نظامیہ سے فراغت حاصل کر کے میدانِ عمل میں ہیں اور کئی ایک یہاں زیرِ تعلیم ہیں۔

اُن کی خدماتِ جلیلہ کو یاد کر کے یہ دعائیہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے، جو شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی والدہ کی وفات پر کہا تھا:

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا　　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

درسِ قرآن......

قلبِ سلیم

تحریر: مولانا محمد انوار الرسول مرتضائی، سینئر نائب صدر مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ [1]

”جس دن مال کام آئے گا نہ بیٹے، مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوا۔“

قلبِ سلیم کا معنی و مفہوم

مفسرین کرام نے "قلب سلیم" کے بہت سے معانی اور تفاسیر بیان فرمائی ہیں۔

علامہ ابو عثمان نیشاپوری علیہ الرحمہ نے فرمایا: قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو بدعت سے خالی ہو اور سنت کے ساتھ مطمئن ہو (اہلِ سنت و جماعت کے عقائد پر قائم ہو)۔

حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمہ کا قول ہے: یعنی قلب سلیم مومن کا دل ہوتا ہے اور کافر و منافق کا دل مریض ہوتا ہے۔[2]

اکثر مفسرین کے نزدیک قلبِ سلیم وہ ہے جو شرک اور شک سے محفوظ ہو؛ کیونکہ گناہ سے تو کوئی بھی دل محفوظ نہیں ہوتا۔[3]

---

1 الشعراء: آیت 88-89

2 تفسیر مظہری، زیر آیت: 88-89

3 تفسیرِ مظہری، سورۃ الشعراء، زیر آیت: 88-89

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ قلبِ سلیم وہ دل ہے جو کفر و شرک، نفاق، بدعت اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو... عقائدِ اہل سنت و جماعت پر مطمئن ہو، خوفِ خدا سے لرزاں، محبتِ الٰہی و عشقِ رسول ﷺ سے بھرپور اور اخلاق عالیہ سے مزین ہو۔

یہ بدیہی سی بات ہے کہ کسی بھی چیز کو اس کی علامات سے پہچانا جاتا ہے اور کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کے لیے بھی ایک کسوٹی موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ علما نے "قلب سلیم" کی بھی کچھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں، اس کسوٹی پر ہم اپنے "قلب" کو بھی پرکھ سکتے ہیں کہ وہ "قلب سلیم" ہے یا نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قلب سلیم ہے تو اُس کا شکر کرنا چاہیے اور اگر کچھ خامیاں ہیں تو فکر کرنی چاہیے۔

قلبِ سلیم کی علامات

1) دل میں خوفِ خدا ہو۔ 2) محبتِ مصطفیٰ ﷺ سب سے بڑھ کر ہو۔ 3) اہلِ بیت اطہار، صحابۂ کرام علیہم الرضوان، اولیائے عظام اور علمائے دین کی محبت ہو۔ 4) دنیا سے دل چسپی کم اور آخرت سے رغبت زیادہ ہو۔ 5) بے حیائی، فحش گوئی اور رذائل سے نفرت ہو۔ 6) کینہ، حسد اور بغض سے خالی ہو۔ 7) عبادات سے محبت ہو اور ان میں دل لگے۔ 8) ہر مسلمان بھائی کی خیر خواہی کا جذبہ ہو۔ 9) ایثار و اخلاص ہو اور ریاکاری سے پاک ہو۔ 10) جب کسی سے نیکی کرے تو بدلے کی توقع نہ کرے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے دل کو تمام اعضائے جسم کا سردار بنایا ہے اور پورا جسم اپنی بقا میں دل

---

[1] غلام رسول سعیدی مفسر تبیان القرآن زیر آیت الشعراء: 88-89

کا محتاج ہے۔ سیدِ عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔[1] اور بے شک جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے وہ درست ہو تو پورا جسم درست رہتا ہے اور وہ فاسد ہو تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے سنو وہ دل ہے۔

جب جسم کی اصلاح کا دار و مدار دل پر ہے اور انسان کی جسمانی و رُوحانی صحت دل پر موقوف ہے تو جس طرح دل کے ظاہری طور پر بیمار ہونے پر ہم فوری ہارٹ فزیشن یا ہارٹ سرجن کے پاس جاتے ہیں اور بیماری کو جاننے کے لیے فوری طور پر ای۔ سی۔ جی، انجیو گرافی اور دیگر متعلقہ ٹیسٹ کرواتے ہیں اور ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں... اسی طرح دل روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو کر قلبِ سلیم نہ رہے تو فوراً روحانی معالج کے پاس جانا چاہیے۔ وہ روحانی ڈاکٹر کون ہے؟ حضرت علامہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف راہ نمائی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

چناں دل را کہ شرحش با تُو گفتم بوصفش گوہرِ اسرار سفتم
بجوارِ پہلوئے پیرِ مکمل کہ ایں باشد بدست آوردن دل

جس دل کی وضاحت میں نے تمہارے سامنے کی... اور اس کے اوصاف میں اسرار و رموز کے موتیوں کی لڑیاں پرو دیں۔ اس کو تو مرشدِ کامل کی صحبت میں تلاش کر... کہ ایسا دل وہیں سے تیرے ہاتھ آئے گا۔

یہاں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے "پیرِ مکمل" فرمایا یعنی پیر کے ساتھ "کامل" کی شرط

---

[1] صحیح بخاری باب فضل من استبرألدینہ، رقم الحدیث: 52

لگائی کہ وہ مردِ حق ہو، فردِ وقت ہو، ناقص نہ ہو کہ کسی اناڑی شعبدہ باز دنیادار پیر کے ہتھے نہ چڑھ جانا کہ وہ دل کو قلب سلیم کیا بنائے گا اُلٹا رُوحانی بیماری میں اضافہ کرے گا۔

زیرِ تفسیر آیت کی وضاحت

کفار و مشرکین اپنے اموال اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتے تھے تو ارشاد ہوا: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۔ یعنی روزِ قیامت مال کام آئے گا نہ بیٹے، مگر وہ شخص جو اللہ کی بارگاہ میں قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: لا ينفع مالٌ ولا بنون أحدًا إلا مؤمنا فالمستثنى مفرغ في محل النصب ۔ یعنی مال اور بیٹے سوائے مومن کے کسی کو فائدہ نہیں دیں گے، اس صورت میں مستثنٰی مفرغ محل نصب میں ہو گا۔ أولا ينفع مال ولا بنون إلا مالُ مؤمنٍ وبنوه فالمستثنى في محل الرفع على البدلية "[1] یا معنی ہے مال اور اولاد فائدہ نہیں دیں گے مگر مومن کا مال و اولاد فائدہ دیں گے، اس صورت میں مستثنٰی بدل ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہو گا۔

مومنین کو اُن کے مال و اولاد کا نفع

تفسیر سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ کافروں کے مال و اولاد روزِ قیامت اُنھیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے، اگرچہ انہوں نے بزعمِ خویش اچھے کاموں میں بھی خرچ کیا ہو اور اولاد میں انبیاء و صالحین ہوں؛ کیونکہ آخرت کی جزا کے لیے ایمان شرط

---

[1] تفسیر مظہری، زیر آیت: 88-89۔ سورۃ الشعراء

ہے، جب کہ ایمان والے قلبِ سلیم لے کر رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے؛ ان کا مال بھی ان کو فائدہ دے گا اور ان کی اولاد بھی فائدہ دے گی۔ اہل ایمان کے مال و اولاد کے بروز قیامت نفع مند ہونے پر متعدد آیات اور کثیر احادیث مبارکہ وارد ہیں۔

من جملہ ایک آیتِ کریمہ یہ ہے: اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ وَیُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ۔ اگر تم علی الاعلان صدقہ و خیرات کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم چھپا کر فقرا کو صدقہ دو تو وہ بہتر ہے اور اللہ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔[1]

اس آیتِ کریمہ میں صدقات کو گناہوں کے مٹنے کا سبب بتایا گیا؛ لہٰذا مومنوں کے مال بروز قیامت نفع دیں گے، اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابیات کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا: أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ، كَانُوا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ۔ قَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ۔[2] "جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہو جائیں وہ اس کے لیے دوزخ سے حجاب ہو جائیں گے۔" ایک عورت نے کہا: دو ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "دو بھی۔"

مذکورہ نصوص سے واضح ہوا کہ مومن کا مال اور اولاد روزِ قیامت اُسے نفع دیں گے اور وہابیہ لہابیہ کے انکارِ شفاعت سے متعلق عقیدۂ فاسدہ کا بھی ردّ ہو گیا۔

---

[1] البقرہ، آیت: 271

[2] صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1249

عقیدۂ اہلِ سنت اور ارشاداتِ مولی المسلمین رضی اللہ عنہ

تحریر مولانا شرافت حسین تونسوی

''عقیدہ'' مضبوط بندھی ہوئی گرہ کو کہتے ہیں، یعنی دین کی وہ اصولی و ضروری باتیں جن کا جاننا اور دل سے ان پر یقین رکھنا مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اسلام میں عقیدہ کو اولیت حاصل ہے، صحیح عقیدے کے بعد ہی اعمال کی ابتدا ہوتی ہے، یہ وہ بنیاد ہے، جس پر دین قائم ہے اور اس کی درستگی پر ہی اعمال کی صحت کا دارومدار ہے۔ عقیدہ درست ہو اور کثرتِ عبادت نہ بھی ہو تو ایک نہ ایک دن جنت ضرور ملے گی، لیکن عقیدہ غلط و باطل ہو تو ٹھکانا ہمیشہ کے لیے جہنم ہو گا۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے جو دین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اس کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا، لیکن شر پسند لوگوں نے اس دین کے حلیہ کو بدلنے کی ٹھان لی اور اس میں نت نئی بدعات و خرافات کو داخل کر دیا۔ عبد اللہ بن سبا یہودی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اہل بیت کی محبت کا ڈھونگ رچا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا ماحول پیدا کر دیا اور اس کی فتنہ انگیزی کے ہی نتیجہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ یہ پہلا فتنہ تھا، اس کے بعد فتنوں کا سیلاب آیا اور رافضی، خارجی، جہمی، معتزلی، اور دیگر گمراہ فرقوں نے جنم لیا۔

ہمارے اکابر رحمہم اللہ کی جد و جہد سے کئی باطل فرقوں کا وجود یوں مٹا کہ آج عامۃ الناس ان کے نام سے بھی نا آشنا ہیں۔ مجھے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے! جتنے بھی

باطل فرقوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کے عقائد و نظریات میں وہ وہ قباحتیں اور نقص پائے جاتے ہیں کہ ان فرقوں کو اسلام کا ترجمان کہنے سے شرم آتی ہے، جب کہ اہلِ سنت و جماعت وہ ہیں جن کے عقائد و نظریات کو دیکھ کر بندہ فخریہ انداز میں کہہ سکتا ہے کہ یہی مسلک اسلام کا صحیح ترجمان ہے۔

ایک فرقے نے اپنے عقائد کا مرکز و محور سید الاولیاء سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ اگر اہلِ بصیرت اس فرقے کے نظریات کا مطالعہ کریں تو وہ نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس فرقہ کے عقائد قرآن و حدیث کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ ارشاداتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مکمل مخالف و مناقض ہیں۔

سر دست ہم چند مسائل... جن پر ان شر انگیزوں کے مذہب کی بنیاد ہے... پر سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اقوال پیش کریں گے، اِس سے اندازہ ہو گا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان حق سے عقیدۂ اہلِ سنت کی کیسی حسین ترجمانی ہوتی ہے۔

فضائلِ شیخین بزبانِ مولی المسلمین رضی اللہ عنہم

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام کے تمام عادل ہیں اور آپس میں شیر و شکر ہیں، اگر ان میں کبھی اختلاف رائے ہوا تو اس میں خدائی حکمت ہے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ ان کے اختلاف کا مقصد یہ تھا کہ امت کے سامنے اختلافِ رائے اور نزاع کی حدود و قیود کی صورت کے مسائل واضح ہو جائیں۔ ان مقدس اور پاک باز حضرات کے درمیان پوری فراخ دلی و وسعتِ قلبی کے ساتھ ایک دوسرے کے لیے ہمدردی، خیر خواہی اور محبت و یگانگت کے واقعات موجود ہیں، جن میں ایک دوسرے کی زبان سے فریقین

کے فضائل ومناقب بیان ہوتے ہیں۔

. مخالف فرقے کے ایک معتبر عالم نے اپنا نظریہ یوں بیان کیا: ارتد الناس کلهم بعد النبی إلا ثلاثة۔ یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد تمام صحابہ مرتد ہوگئے، سوائے تین کے، بقول بعض پانچ صحابہ ایمان پر باقی رہے، باقی سب دین سے پھر گئے، وہ لوگ دین سے مخلص نہ تھے۔ [1]

اب فیصلہ مولا علی رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیے! آپ نے فرمایا: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذْ طَلَعَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ إِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ [2] مَیں (ایک دن) رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمراہ تھا کہ یکایک ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ دونوں تمام اگلے پچھلے جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں، سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔

سیدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: خَيْرُ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ۔ اِس امت میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد سب سے بہتر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (مسند احمد: 880)

ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں، نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے إزالة الخفاء میں لکھا: رواه ثمانون نفسا عن علی بن أبی طالب۔ یعنی

---

[1] بحار الانوار، ملا باقر مجلسی، جلد ہشتم، ص: 3

[2] ترمذی شریف، جلد: 2، ص: 26، حدیث: 3665

80افراد نے یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس قسم کی بیسیوں روایات موجود ہیں جن میں مولا علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی مدح سرائی فرمائی۔

خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

تمام مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد اتفاقِ رائے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعض اصحاب کچھ دینی کاموں میں مصروف تھے، جس کی بنا پر اُن سے تاخیر ہوئی، تاہم آپ کے فضل وشرف کے معترف تھے اور آپ کی امامت کو پسند فرماتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت خود بیان فرمائی ہے۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُنھیں کہلا بھیجا: میری بیعت سے آپ کی تاخیر کا کیا سبب ہے؟ کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو سیدنا علیِ مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: **لا، ولکنّی آلیتُ بیمینٍ أن لا أرتدی بردائی إلّا إلی الصّلاۃ حتی أجمع القرآنَ۔**[1] میں آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کرتا، لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں نماز کے سوا اپنی چادر نہیں اوڑھوں گا۔

اِس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دل وجان سے تسلیم کرتے تھے۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:2، ص:388، دار صادر

مُسَلَّمُ الثبوت ہے فضیلتِ امیرِ معاویہ

تحریر: حافظ محمد ہاشم قادری، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ

صحابیِ رسول، کاتبِ وحی، خال المؤمنین و خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئے۔[1] آپ کا نام "معاویہ" اور کنیت "ابو عبد الرحمٰن" ہے، والدِ گرامی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب پانچویں پشت میں حضورِ اکرم ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے۔

حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے برادرِ نسبتی ہیں؛ اُمُّ المؤمنین سیدہ اُمِّ حبیبہ بنتِ ابو سفیان حضرت امیرِ معاویہ کی حقیقی بہن ہیں، رضی اللہ عنہم۔

حضرت امیر معاویہ کے لیے نبوی دُعائیں

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ زبانِ رسالت مآب سے انہیں متعدد بار دعائیں نصیب ہوئیں۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن ابو عُمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ۔[2] اے اللہ! معاویہ کو ایسا بنادے کہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو، دوسروں کو بھی ہدایت دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی، ج:6، ص:243

[2] جامع ترمذی، ابواب المناقب، حدیث:3842، ج:2، ص:225، امین کمپنی دہلی

سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے یہ دُعائے نبوی روایت کی: اَللّٰھُمَّ امْلَأْہُ عِلْمًا وَّحِلْمًا۔ [1] اے اللہ! معاویہ کو علم اور حلم (بردباری) سے بھرپور فرما۔

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَ الْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ۔ [2] اے اللہ! معاویہ کو حساب و کتاب سکھا دے اور عذاب سے محفوظ رکھنا۔

مجتہد و فقیہ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت عکرمہ نے شکایت کی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے تو انہوں نے جواب دیا: دَعْہُ فَاِنَّہٗ فَقِیْہٌ۔ [3] انہیں کچھ نہ کہو کہ وہ مجتہد ہیں۔

سیدنا امیر معاویہ اور احترامِ مولی المسلمین

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: سَلْ عَنْہَا عَلِیَّ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ فَھُوَ أَعْلَمُ۔ یعنی یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ زیادہ علم رکھتے ہیں۔ سائل نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے آپ کا جواب ان کے جواب

---

[1] التاریخ الکبیر للبخاری، حدیث: 2624

[2] مسند احمد، حدیث: 17152

[3] صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، ج:1، ص: 531

سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا: بِئْسَ ما قُلْتَ! وَلُؤْمَ مَا جِئْتَ بِهٖ! لَقَدْ كَرِهْتَ رَجُلًا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَغُرُّهُ الْعِلْمَ غَرًّا، وَلَقَدْ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى غَيْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَكَانَ عُمَرُ إِذَا أَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ يَأْخُذُ مِنْهُ۔ یعنی تُو نے سخت بری بات کہی، تو نے اس ہستی کو ناپسند کیا جس کے علم کی نبی ﷺ عزت افزائی فرماتے تھے اور بے شک حضور نے ان سے فرمایا کہ تجھے میرے ساتھ وہ نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ **علیہما الصلوٰۃ والسلام** سے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی بات میں مشکل پیش آتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جواب لیا کرتے تھے۔ [1]

پہلے سلطانِ اسلام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اول ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں، اسی کی طرف توراتِ مقدس میں اشارہ ہے: مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَ مُهَاجَرُهٗ طَيْبَةُ وَ مُلْكُهٗ بِالشَّامِ۔ [2] وہ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوگا، مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

چنانچہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ [3]

---

[1] فضائل الصحابۃ للامام احمد، حدیث: 1153

[2] المستدرک علی الصحیحین، کتاب تواریخ المتقدمین، حدیث: 4242

[3] فتاوٰی رضویہ، ج: 29، ص: 357

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت بیس سال رہی، جب کہ خلافتِ راشدہ میں بھی بیس سال گورنر کے عہدے پر فائز رہے۔ (1)

وصال

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال 15 رجب، سن 60 ہجری کو دمشق میں ہوا اُس وقت آپ کی عمر شریف 80یا78یا86سال تھی۔ (2)

مُسَلَّمُ الثبوت ہے فضیلتِ معاویہ
عیاں ہے شمس کی طرح کرامتِ معاویہ

حسن کے دستِ پاک سے بنے خلیفۂ رسول
رِضائے آلِ مصطفیٰ خلافتِ معاویہ

جو عاشقِ رسول ہیں وہ اُن سے پیار کرتے ہیں
فقط منافقوں کو ہے عداوتِ معاویہ

[1] معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم اصفہانی، ج:4، ص:233

[2] معرفۃ الصحابہ، ج:4، ص:233

حیات و خدماتِ مولانا محمد عباس کریمی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: مولانا علی ذوالقرنین رضوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ

یہ قانونِ قدرت ہے کہ جس کو اللہ کریم نے زندگی عطا کی ہے اُسے موت ضرور آنی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ نفوس جو اِس دنیا میں آکر مقصدِ زندگی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ ایسی ہی شخصیات میں سے ایک استاذ العلما عالمِ باعمل علامہ مفتی محمد عباس کریمی بن صدر دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہاہیں، جو گذشتہ دنوں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

ابتدائی حالات

آپ کی ولادت 3 جنوری، 1983ء جو ضلع فیصل آباد، تحصیل جڑانوالہ چک نمبر 74، رب لوہکے، نزد کھرڑیانوالہ کے ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ آپ کا تعلق آرائیں برادری سے تھا اور آپ کے چھ بھائی اور ایک بہن ہے۔

ناظرہ قرآنِ مجید اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا، جو کہ انتہائی نیک اور پارسا خاتون تھیں، جب کہ میٹرک تک عصری تعلیم گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول کھرڑیانوالہ سے حاصل کی۔ ازاں بعد پرائیویٹ طور پر F.A کا امتحان فیصل آباد بورڈ سے پاس کیا۔

روحانی تعلق

آپ کو عطاءِ رسول، عالمِ باعمل، فقیہِ عصر مفتی محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ میں شرفِ باریابی نصیب ہوا۔ اُن کی صحبت سے خوب فیض پایا اور اُن ہی کے حکم پر 2005ء میں اُن کے صاحب زادے مفکرِ اسلام عالمِ باعمل علامہ محمد کریم سلطانی

حفظہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور تادمِ آخر اپنے مرشد کریم سے انتہائی قریبی تعلق رہا۔

دینی تعلیم

بزرگانِ دین کی صحبت کی برکت سے آپ کے دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا تو فقیہ عصر علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ تبلیغ اسلام میں درسِ نظامی پڑھنا شروع کیا۔ ساتھ ساتھ کچھ وقت نکال کر قرآنِ مجید بھی حفظ کرتے رہے۔ ابھی درسِ نظامی کے ابتدائی دو سال پڑھے اور قرآن پاک کے چھ پارے ہی حفظ کیے تھے کہ روڈ ایکسیڈنٹ ہوا، جس میں سر پر گہری چوٹ آنے کے سبب گھر جانا پڑا اور تعلیمی سلسلہ وقتی طور پر موقوف ہو گیا۔

صحت یابی کے بعد 2006ء میں درسِ نظامی کی تکمیل کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ میں درجۂ ثالثہ میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ تک یہیں پڑھتے رہے۔ 2012ء میں دورہ حدیث شریف جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں کیا اور سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

2020ء میں آپ نے جامعہ فریدیہ، ساہیوال میں تخصص فی الفقہ شروع کیا اور مارچ، 2022ء میں تکمیل کے بعد دستارِ فضیلت حاصل کی۔

اساتذۂ کرام

آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سے چند کے اسما درج ذیل ہیں:

حافظِ ملت، جامع المعقول والمنقول، شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی،

مناظرِ اسلام علامہ محمد عبد التواب صدیقی، امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی، شیخ الحدیث ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، سند المدرسین علامہ مفتی محمد جنید قادری، جگر گوشۂ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا غلام مرتضیٰ ہزاروی، استاذ العلما مولانا سید عاصم شہزاد، استاذ العلما ڈاکٹر محمد سلیم قادری، استاذ العلما مولانا سید غلام مصطفی ریاض البخاری، استاذ العلما مولانا سید تصدق حسین شاہ، استاذ العلما مولانا عبد الرحمٰن گلگتی، استاذ العلما مولانا محمد فاروق شریف قادری اور مولانا سعید احمد کاوش صاحب۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریس

2012ء میں فراغت سے متصل ہی آپ نے مرکزِ علم و عرفان جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور مسلسل 8 سال جامعہ میں تدریسی خدمات سر انجام دیں، اِس دوران سینکڑوں طلبہ کو زیورِ علم سے آراستہ کیا۔

امامت و خطابت

آپ نے شیخوپورہ کی تین مساجد میں امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دیے:

ا۔ جامع مسجد صابری، محلہ رسول پورہ، صابری روڈ شیخوپورہ میں تقریبا7 سال۔

۲۔ جامع مسجد بلال، گھنگ روڈ گلی نمبر 03 میں تقریباً 3 سال

۳۔ جامع مسجد محمد بن عبد اللہ، شاہین ولاز شیخوپورہ۔ یہاں امامت و خطابت کا سلسلہ تادم وصال جاری رہا۔

ازدواجی زندگی و اولاد

جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ میں زیرِ تعلیم تھے کہ 2010ء میں آپ کی پہلی

شادی ہوئی، جس سے اللہ کریم نے آپ کو دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ دوسرا نکاح 2020ء میں ہوا اور اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا فرمایا۔

زیارتِ حرمین شریفین

آپ کو دو مرتبہ عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی: پہلی مرتبہ 2013ء میں اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ اور دوسری بار 2014ء میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ۔

مسجد اور ادارے کا قیام

2013ء میں بھکھی روڈ، کھوکھر ٹاؤن، شیخوپورہ میں ذاتی گرہ سے 16 مرلے جگہ خرید کر عظیم الشان جامع مسجد سلطانیہ کی تعمیر کا آغاز کیا، جس کی بنیاد رکھنے کے لیے فقیہِ عصر علیہ الرحمہ نے اپنی چار پائی کے پاس رکھی اینٹیں اپنے صاحب زادے علامہ محمد کریم سلطانی کو دے کر بھیجا، اُنھوں نے سنگِ بنیاد رکھا۔ مسجد کی خوب صورت تعمیر کے بعد 2015ء میں حفظ القرآن کی کلاس کا آغاز فرمادیا، جو کہ تاحال جاری ہے۔

2019ء میں مسجدِ ہذا سے متصل جامعہ کے لیے 16 مرلے جگہ خریدی اور شب و روز کی کاوشوں سے ایک سال میں ہی جامعہ کی خوبصورت بلڈنگ تعمیر ہوگئی۔ 2020ء میں شعبۂ درس نظامی کا آغاز فرما دیا اور جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ سے اجازت لے کر اپنے جامعہ میں تدریسی خدمات سر انجام دینا شروع کر دیں اور اپنے ساتھ دیگر اساتذہ کا تقرر بھی کیا۔

مختصر علالت و سفرِ آخرت

23نومبر، 2023ء جمعرات کو دل کی تکلیف کے باعث آپ کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال شیخوپورہ میں لایا گیا، یہاں سے آپ کو لاہور کے عمر ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ ڈاکٹر حضرات نے دل کے دو وال بند ہونے کے سبب Stund ڈالنے کا فیصلہ کیا، 24نومبر، 2023ء بروز جمعۃ المبارک مغرب کے بعد آپریشن کا وقت مقرر ہوا۔ آپریشن شروع ہوتے ہی آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا، جس سے جاں بر نہ ہو سکے اور آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی نماز جنازہ جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ کے وسیع سبزہ زار میں حافظِ ملت مدظلہ کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ میں علماء و مشائخ اور طلباء و عوام الناس کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ آپ کی تدفین آپ کی وصیت کے مطابق بھکھی روڈ پر آپ کے قائم کردہ مسجد اور مدرسہ کے مشرقی جانب ایک کمرہ میں کی گئی۔

اللہ کریم آپ کی دین متین کی جملہ خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آپ کے قائم کردہ ادارے کو تا صبحِ قیامت شادو آباد فرماتے ہوئے اسلام کا مضبوط قلعہ اور آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، **آمین بجاہ النبی الأمین** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مسئلۂ فلسطین... تاریخ کے آئینہ میں

تحریر: مولانا محمد نبیل رضوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

سوئزر لینڈ کے شہر باسِل میں (Theodor Herzl) تھیوڈور ہرتزل کی قیادت میں 1897ء کو پہلی صیہونی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں متَّفقہ قرارداد کے ذریعہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ پلاننگ کی دو اہم شقیں تھیں:

1۔ دنیا کے ہر خطے و علاقے سے یہودیوں کو فلسطین کی طرف ہجرت کرنے اور وہاں مستقل آباد ہونے پر آمادہ کرنا۔

2۔ عالمی جواز کی جستجو کرنا جو فلسطین کے غصب کرنے کو قانونی سند فراہم کرے یا اُس سے صرف نظر کرے۔

منصوبے کی پہلی شق پر عمل درآمد

یہود کو فلسطین میں آباد کرنے کی خاطر گریٹر اسرئیل کے لیے منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ یہودی وطنی بینک قائم ہوئے اور بہت سی یہودی تنظیمیں بن گئیں کہ جن کا کام یہودیوں میں صیہونیت کی روح کو پھونکنا تھا۔ فلسطین میں پوری دُنیا سے کثیر تعداد میں یہودیوں کی نقل مکانی ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت شروع ہو گئی اور فلسطین میں اراضی کا حصول وہاں کے باشندوں کو مال و دولت کی ترغیب سے شروع ہو کر جبری طور پر اصل مالکوں کو بے دخل کر کے قبضہ کرنے کے سلسلہ تک جا پہنچا۔

منصوبے کی دوسری شق پر عمل درآمد

قیامِ اسرائیل کے جواز کے لیے صیہونیوں نے دو بڑی کوششیں کیں:

پہلی کوشش: بعض مورخین کے نزدیک تھیوڈور ہرتزل نے مرزاجی قرصوا، جاک اور لیون پر مشتمل سہ رکنی وفد سلطان عبد الحمید ثانی کے پاس بھیجا جس نے ترکی کے وزیر اعظم حسین پاشا کی موجودگی میں سلطان عبد الحمید ثانی سے ملاقات کر کے یہودیوں کی جانب سے پیش کش کی کہ وہ: 1) عثمانی سلطنت کے ذمہ واجب الاداء 133 ملین انگلش پاؤنڈ ادا کرنے کو تیار ہیں۔ 2) 120 ملین فرانسیسی فرنک کے کثیر ہرجانہ سے عثمانی خلافت کی حفاظت کے لیے بحری بیڑا تیار کرنے کو تیار ہیں۔ 3) عثمانی سلطنت کو شدید مالی بحران سے نکلنے اور ترکی کی معیشت اور اقتصادی حالت کو مستحکم کرنے کے لیے بلا سود 35 ملین سونے کا لیرہ قرض دیا جائے گا۔

اس پیش کش کے بدلے یہود قوم صرف یہ چاہتی ہے کہ یہودیوں کو فلسطین اور بیت المقدس کی زیارت کے لیے سال بھر میں جب جی چاہے داخلہ کی عام اجازت دی جائے۔ نیز بیت المقدس کے جوار میں یہودی نَو آبادی تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے۔

غیرت مند سلطان عبد الحمید ثانی نے اس سنہری پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور انتہائی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں ارضِ مقدس کی دھول بھی تم کو نہیں دے سکتا۔

دوسری کوشش: سلطنتِ عثمانیہ سے مایوس ہو کر یہودیوں نے برطانیہ کی حِمایت میں جنگِ عظیم اول میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا؛ تاکہ یہودیوں کو برطانیہ کی تائید و

حمایت حاصل ہو جائے، بالآخر ان کی یہ کوشش بار آور ہو گئی۔

2 نومبر، 1917ء کو برطانوی وزیرِ خارجہ لارڈ آرتھر جیمز بالفور نے اسرائیلی ریاست کا امکان ظاہر کیا جو کہ معاہدہ بالفور کے نام سے مشہور ہے۔ پھر فروری، 1918ء میں برطانیہ و فرانس نے اس معاہدے کی موافقت کی اور اکتوبر، 1918ء میں امریکہ نے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کی۔

اسرائیل نامی یہودی ریاست کا قیام اور جنگوں کا آغاز

اقوامِ متحدہ کے تقسیمِ فلسطین کے اعلان کے تقریباً چھ ماہ بعد 14 مئی، 1948ء کو ڈیوڈ بن گوریان کی زیرِ قیادت اسرائیل نامی یہودی ریاست کے قیام کا اعلان ہو گیا۔

پہلی جنگ 1948ء: 14 مئی، 1948ء کو اسرائیل کا اعلان ہوا تو اگلے ہی دن ویتنام، اردن، مصر اور عراق پر مشتمل عرب اتحاد نے اُس کے خلاف جہاد شروع کر دیا، جس کے نتیجے میں اردن نے مشرقی بیت المقدس اور مغربی کنارے پر قبضہ کر لیا اور مصر نے غزہ کی پٹی پر قبضہ کر لیا... دوسری طرف اسرائیل نے مغربی بیت المقدس اور اُن علاقوں کا کنٹرول سنبھال لیا جو اقوامِ متحدہ کی اختلافی قرارداد کے مطابق اسے ملنا تھے۔ علاوہ ازیں اسرائیل نے عرب ریاست کے 60 فیصد رقبہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اس جنگ میں سات لاکھ فلسطینی، اردن، لبنان، شام، مغربی کنارے اور غزہ میں پناہ گزین ہوئے۔ ہر سال اس تاریخ کو فلسطینی عوام کی نقل مکانی "یومِ نکبہ" یعنی تباہی کے دن کے طور پر منائی جاتی ہے۔

دوسری جنگ 1956ء: جمال عبد الناصر کے زمانہ میں مصر نے 26 جولائی، 1956ء کو نہر سوئز کو قومی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا تو برطانیہ کی شہ پر 29 اکتوبر، 1956ء کو اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا اور صحرائے سینائی پر قبضہ کر لیا۔ ایک ہفتے بعد برطانیہ اور فرانس نے بھی اپنی فوجیں اس علاقے میں اُتار دیں، مگر امریکہ، روس اور عالمی طاقتوں کے دباؤ پر دونوں ممالک کو اپنی فوجیں واپس بلانا پڑیں اور اسرائیل نے بھی صحرائے سینائی خالی کر دیا۔

تیسری جنگ 1967ء: 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے مشرقی بیت المقدس اور مغربی اُردن کے علاوہ شام کی گولان پہاڑیوں، غزہ کی مغربی پٹی اور مصر کے صحرائے سینائی پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں مزید 33 ہزار فلسطینی مُلک بدر ہو گئے جس کے نتیجے میں قومی تحریکات کے وجود کے امکان ظاہر ہونے لگے۔

چوتھی جنگ 1973ء: یہ جنگ 6 اکتوبر سے 26 اکتوبر، 1973ء تک لڑی گئی۔ مصر اور شام نے اپنے مقبوضہ علاقے چھڑوانے کے لیے صحرائے سینا اور گولان کی پہاڑیوں پر حملہ کیا اور مصر نے اسرائیل کو نہر سوئز سے بے دخل کر دیا تھا۔

تحریکِ انتفاضہ 1987ء

1967ء کی جنگ میں غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے پر اسرائیل قبضے کو بیس سال گزر چکے تھے اور فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کا روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ آزادی کے لیے فلسطینیوں نے 8 ستمبر، 1987ء کو شیخ احمد یاسین شہید کی زیرِ قیادت نئی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کی بنیادی فکر یہ تھی کہ مسئلۂ فلسطین کا حل سیاسی نہیں،

جہادی ہے... جب کہ الفتح سیاسی حل کے داعی ہیں۔ اس تحریک کا اصل نام حرکۃ المقاومۃ الإسلامیۃ ہے۔ اس کے دو ڈپارٹمنٹ ہیں: ایک ویلفیئر کا کام کرتا ہے اور دوسرا عسکری شعبہ ہے، جس کا نام شہید عزالدین القسام علیہ الرحمہ کے نام پر "القسام بریگیڈ" ہے۔

اوسلو معاہدہ 1993ء

اوسلو معاہدہ تنظیم آزادئ فلسطین (PLO) کے سربراہ یاسر عرفات اور امریکی وزیر خارجہ بل کلنٹن اور اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابن کے مابین ہوا۔ اس معاہدہ کے تحت (PLO) نے اسرائیل حکومت کو ایک یہودی نمائندے کے طور پر تسلیم کر لیا اور اسرائیل نے PLO کو فلسطینی اتھارٹی کے نمائندے کے طور پر تسلیم کر لیا۔ اس سلسلے کے دوسرے معاہدے کے لیے بات چیت 1995ء کو مصر میں ہوئی۔ اِن میں غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے میں فلسطین کے قیام کی بات کی گئی تھی اور یہ دونوں علاقے 1967ء کی جنگ میں اسرائیل کے قبضے میں تھے۔

2000ء کے بعد اسرائیل کے فلسطین پر حملے:

اسرائیلی فوج اور یہودی آبادکاروں کے 2005ء میں غزہ سے انخلا کے تقریباً تین سال بعد 27 دسمبر، 2003ء کو اسرائیل نے غزہ پر "کاسٹ بیڈ" کے نام سے ایک فضائی آپریشن شروع کیا جس میں 1440 فلسطینی شہید اور 13 اسرائیلی مارے گئے۔

14 نومبر، 2012ء کو اسرائیل نے "کلاؤڈ ڈیلر" نامی آپریشن کیا جو آٹھ دن جاری رہا، جس میں 177 فلسطینیوں اور چھ اسرائیلیوں کی اموات ہوئی۔ 28 جولائی، 2014ء کو غزہ میں آپریشن "پروٹیکوایج" شروع ہوا جس میں 2251 فلسطینی شہید ہوئے اور 74 اسرائیلی ہلاک ہوئے تھے۔ مئی، 2021ء میں گیارہ دن تک لڑائی جاری رہی جسے "الیون ڈے وار" کا نام دیا گیا۔ اس جنگ میں غزہ میں 248 فلسطینی شہید، جب کہ 13 اسرائیلی واصلِ جہنم ہوئے۔

بڑھتے ہوئے اسرائیلی مظالم کے جواب میں 07 اکتوبر، 2023ء کو حماس نے اسرائیل کے خلاف طوفان الاقصیٰ آپریشن میں 5 ہزار راکٹ اور میزائل داغ کر پوری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا۔ اور اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسیاں موساد اور شاباک کے اوسان خطا کر دیے۔ حماس کے اس آپریشن سے جہاں فلسطینی عوام اور مجاہدین کا جذبہ لائق تحسین ہے۔ وہاں 57 ممالک کے حکمرانوں کی بے حسی بھی افسوس ناک ہے۔ اس جنگ میں شہید فلسطینیوں کی تعداد 20 ہزار کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے، جس میں آٹھ ہزار سے زائد بچے اور 3600 خواتین شامل ہیں جبکہ 33 ہزار سے زائد زخمی ہیں۔

صیہونی فوج نے عالمی جنگی قوانین کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے غزہ کا پورا انفراسٹرکچر تباہ کر دیا ہے، ہسپتال اور تعلیمی ادارے بھی کھنڈر بنا دیے ہیں، جس پر اقوامِ عالم خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ جنگ تادمِ تحریر جاری ہے اور اِس جنگ کا خاتمہ نہ ہونا اقوامِ متحدہ سمیت عالمی اداروں کے منہ پر طمانچہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مجاہدینِ اسلام کو کامیابی سے ہم کنار فرمائے، آمین۔

مصارفِ زکوٰۃ

تحریر: حافظ محمد بلال حنیف ہمدمی، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ

زکوٰۃ اہم اسلامی فرائض میں سے ہے، قرآن و سنت میں دیگر فرائض کی طرح زکوٰۃ سے متعلق احکام کی بھی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اِس کا مالک اُس شخص کو بنایا جائے جو زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ مستحق کو فقہا کی اصطلاح میں "مَصرِف" بھی کہا جاتا ہے، جس کی جمع "مصارِف" آتی ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ کا بیان قرآنِ مجید کی درج ذیل آیت میں ہے: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ [1] زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیے ہوئے لوگوں اور ان کے لیے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کے راستے میں (جانے والوں کے لیے) اور مسافر کے لیے ہے۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

آئندہ سطور میں آیتِ کریمہ میں بیان کیے گئے مصارف کی تشریح کی جائے گی۔

---

[1] پ:۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت:۶۰

(1) **فقیر**: جس کے پاس اتنا مال ہو کہ نصاب تک نہ پہنچتا ہو۔

جو شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی اور واجب الادا قرض کے علاوہ نصاب کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ فقیر ہے۔ اِس مصرف میں عالم کو دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے (تاہم اگر معاذاللہ عالِمِ دین کی حقارت دل میں آئی تو یہ بہت سخت ہلاکت ہے)۔[1]

(2) **مسکین**: جس کے پاس کچھ نہ ہو حتّٰی کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے بھی لوگوں سے سوال کا محتاج ہو۔[2]

(3) **فی سبیل اللّٰہ**: راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ مثلاً: کوئی شخص محتاج ہو، جہاد پر جانا چاہتا ہو، اسے سواری اور زادِ راہ لے کر دے سکتے ہیں۔ یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہے مگر مال نہیں تو اس کو دے سکتے ہیں، لیکن اس کو سوال کرنا جائز نہیں۔ یا طالبِ علم جو دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہے اُسے دے سکتے ہیں، کتابیں لے کر دی جا سکتی ہیں۔ یوں ہی ہر نیک کام میں زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے۔

اہم اُمور: بہت سے لوگ مالِ زکوٰۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں، انھیں چاہیے کہ متولّیِ مدرسہ کو مطلع کریں کہ یہ مالِ زکوٰۃ ہے تاکہ متولّی اس مال کو جدا رکھے اور فقط مستحق طلبہ پر خرچ کرے، کسی کام کی اجرت میں نہ دے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔[3]

---

[1] بہارِ شریعت، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، حصہ:5، صفحہ:924

[2] ایضاً، ص:924

[3] ایضاً، ص:926

مالِ زکوٰۃ مسجد کی تعمیر، مردے کے کفن و دفن اور اس کے قرض کی ادائیگی میں خرچ نہیں کیا جاسکتا۔[1]

اگر ان امور میں خرچ کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک بنادیں وہ خود اِن کاموں میں خرچ کرے، ثواب دونوں کو ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر سو(۱۰۰) ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لیے ہے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہو گی۔[2]

(4) **مسافر**: وہ شخص جس کے پاس سفر میں مال نہ رہا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے، مگر اتنا جس سے ضرورت پوری ہو جائے زیادہ لینا جائز نہیں۔ ہمارے دَور میں آن لائن رقم حاصل کرنے کی سہولت دستیاب ہوتی ہے، ایسا ممکن ہو تو بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔[3]

نوٹ: زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے لئے مال علیحدہ کرتے وقت نیتِ زکوٰۃ شرط ہے۔ نیت کے یہ معنیٰ ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکوٰۃ ہے۔[4]

بینک کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ کار تسلی بخش نہیں ہے؛ لہٰذا اکاؤنٹ ہولڈرز کو چاہیے کہ خود زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

---

[1] ایضاً، ص:890۔ تفسیر خزائن العرفان، پ:10، سورۃ التوبۃ، آیت:60

[2] ایضاً، ص:890۔ ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، ج:3، ص:227

[3] ایضاً، ص:926

[4] ایضاً، ص:886

بسم اللہ شریف کے فضائل وبرکات

تحریر: حافظ حسن احمد یوسفی، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ

بسم اللہ شریف کا آغاز ”ب“ سے کیا گیا: اِس میں ایک حکمت یہ ہے کہ مخلوق نے سب سے پہلے لفظِ ”بَلٰى“ کا تکلم کیا تھا۔ ربّ ذوالجلال والاکرام نے فرمایا: **وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ** ۔
اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور اُنہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم نے گواہی دی۔ (یہ اس لیے ہوا) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

انسان کے منہ سے پہلا لفظ ”ب“ نکلا۔ چنانچہ ربِّ کریم نے اپنا کلام ”ب“ سے شروع فرمایا؛ تاکہ تلاوت کرنے والے کو روزِ اول کا عہد ومیثاق یاد آجائے۔ (1)

بسم اللہ کی برکت سے بخشش

حضرت سیدنا عیسٰی بن مریم علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے، آپ نے دیکھا کہ فرشتے قبر والے کو عذاب دے رہے ہیں، جب اپنے کام سے فارغ ہو کر دوبارہ

---

[1] تفسیر الحسنات، ج:1، ص:5

اُس قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے نور کے تھال لارہے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ آپ نے نماز پڑھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی، ان پر وحی فرمائی گئی: یَاعِیْسٰی! کَانَ هٰذَا الْعَبْدُ عَاصِيًا وَمُذْ مَاتَ كَانَ مَحْبُوْسًا فِيْ عَذَابِيْ، وَكَانَ قَدْ تَرَكَ امْرَأَةً حُبْلٰى، فَوَلَدَتْ وَلَدًا وَرَبَّتْهُ حَتّٰى كَبِرَ، فَسَلَّمَتْهُ إِلَى الْكُتَّابِ، فَلَقَّنَهُ الْمُعَلِّمُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْ عَبْدِيْ أَنْ أُعَذِّبَهُ بِنَارِيْ فِي بَطْنِ الْأَرْضِ وَوَلَدُهُ يَذْكُرُ اسْمِيْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ۔ یعنی اے عیسیٰ! یہ بندہ گناہ گار تھا اور جب سے یہ فوت ہوا اُس وقت سے میرے عذاب میں گرفتار تھا، اس نے اپنے پیچھے حاملہ بیوی چھوڑی تھی، بچہ پیدا ہوا اور ماں نے اُس کی پرورش کی حتّٰی کہ وہ بڑا ہوگیا، ماں نے اُسے استاذ کے سپرد کردیا، استاذ نے اُسے پڑھایا: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، چنانچہ مجھے اپنے بندے سے حیا آئی (گوارانہ ہوا) کہ میں اسے زمین کے نیچے عذاب دوں اور اُس کا بیٹا زمین کے اُوپر میرا نام لے رہا ہے۔[1]

بسم اللہ شریف کی کس قدر برکت ہے کہ ایک شخص کے بیٹے نے سبق سمجھ کر اللہ رب العزت کا نام زمین پر لیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پڑھا، لیکن اللہ رب العزت نے اپنی شان کے مطابق اِس کے باپ کو عذاب دینے سے حیا فرمائی اور اُس سے عذاب کو دور کردیا۔

[1] تفسیرِ کبیر، ج:1، ص:155، داراحیاء التراث

بسم اللہ شریف کے 19 حروف کی برکات

علمائے کرام نے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 19 حروف ہیں اور اس میں دو فائدے ہیں: پہلا یہ کہ دوزخ کے فرشتے 19 ہیں، چنانچہ اللہ کریم اِن 19 حروف کی بدولت اُن کا خوف دور فرمادے گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات کے 24 گھنٹے بنائے پھر پانچ گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، تو وہ اِن 19 حروف کی بدولت وہ گناہ معاف فرمادیتا ہے جو باقی 19 گھنٹوں میں سرزد ہوتے ہیں۔ [1]

تعظیمِ بسم اللہ کی برکت

ایک روز حضرت بشر بن حارث حافی علیہ الرحمہ کہیں جارہے تھے کہ راستے میں کاغذ کا ٹکڑا زمین پر پڑا نظر آیا، اس پر نامِ خدا لکھا ہوا تھا، انہوں نے ایک درہم کی بہت عمدہ خوشبو خریدی اور اُس کاغذ کو معطر کیا، اسی رات رب ذوالجلال والاکرام نے خواب میں کرم فرمایا، حکم ملا: يَا بِشْرُ! طَيَّبْتَ اسْمِي لَأُطَيِّبَنَّ اسْمَكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبودار کیا، میں دُنیا وآخرت میں تیرے نام کو پاکیزہ کردوں گا۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد حضرت بشر حافی علیہ الرحمہ نے توبہ کی اور زہد اختیار کیا۔ [2]

---

[1] ایضًا

[2] تاریخ مدینۃ دمشق، ج:10، ص:181

تقویٰ و پرہیز گاری

تحریر: محمد سعد مجدّدی، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ

ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کامیاب ہو جائے اور وہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

زندگی کے دو مرحلے ہیں: ایک تو وہ زندگی جو عارضی ہے، یعنی دُنیاوی زندگی۔ دوسری وہ زندگی ہے جو ابدی ہے، ہمیشہ رہنے والی ہے، وہ آخرت کی زندگی ہے۔

انسان کو ایسی مدد کی ضرورت ہے جو اُس کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ آسان کر دے، وہ مدد اعمالِ صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔

اعمالِ صالحہ کے لیے بنیادی چیز تقویٰ ہے، یعنی خوفِ خدا و پرہیز گاری۔ جو شخص پرہیز گار ہو اور دل میں خوفِ خدا رکھے وہی دنیا و آخرت میں فلاح پانے والا ہے۔

تقویٰ کی اہمیت و فضیلت قرآنِ مجید کی روشنی میں

قرآن کریم میں تقویٰ اختیار کرنے کا متعدد بار ذکر آیا ہے۔ ایک آیت میں ہے: **وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔** [(1)] اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بے شک تم سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

دوسری آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔** اور

---

[1] البقرۃ 2:203

اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تم فلاح (کامیابی) پا جاؤ۔[(1)]

یہ بھی ارشاد ہوا: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔[(2)] اور زادِ راہ لے لو پس سب سے بہتر زادِ راہ یقیناً پرہیز گاری (تقوٰی) ہے۔

تقوٰی اختیار کرنے والے کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی خوش خبری دیتے ہوئے قرآنِ حکیم نے فرمایا: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ٥ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔[(3)] وہ لوگ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں خوش خبری ہے۔

تقوٰی و پرہیز گاری احادیث کی روشنی میں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آلِ محمد کون ہیں؟ فرمایا: کُلُّ تَقِیٍّ۔[(4)] ہر متقی (پرہیز گار)۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو چند نصیحتیں فرمائیں، اُن میں سے ایک یہ بھی تھی: یَا أَبَا هُرَيْرَةَ كُنْ وَرِعًا، تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ۔ تم پرہیز گاری اختیار کرو، بڑے عابدوں میں سے ہو جاؤ گے۔[(5)]

---

[1] آل عمران 200:3

[2] البقرۃ 197:2

[3] یونس 63:10، 64

[4] المعجم الاوسط للطبرانی: 3332

[5] سنن ابنِ ماجہ، حدیث: 4217

تقویٰ وپرہیز گاری سے متعلق اقوالِ صحابہ وعلما

روایت ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق نے سید القرا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: کیا آپ کبھی کانٹوں والے راستے پر نہیں چلے؟ فرمایا: کیوں نہیں!۔ عرض کیا: اُس راستے میں کیا کرتے ہیں؟ فرمایا: شَمَّرْتُ وَاجْتَهَدْتُّ۔ کپڑے سمیٹ کر کوشش واحتیاط سے گزرتا ہوں۔ عرض کی: فَذٰلِكَ التَّقْوٰی۔[1] یہی تقویٰ ہے۔

غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دنیا و آخرت میں پرہیز گاری (تقویٰ) ہی مواخذہ اور خدا کے عذاب سے رہائی پانے کا بڑا ذریعہ ہے اور قیامت کے روز یہی اس کے حساب کی تخفیف کا باعث ہو گا۔[2]

معلوم ہوا کہ بہتر زندگی و کامیاب زندگی بسر کرنے کا بہترین طریقہ تقویٰ کو اختیار کرنا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی میں تقویٰ کو اپنا شیوہ بنالیں۔

اللہ رب العزت ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور متقی بنائے۔آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

---

[1] تفسیرِ ابن کثیر، ج:1، ص:164، زیرِ آیتِ سورۂ بقرۃ:3

[2] غنیۃ الطالبین

دار الإفتاء......

گستاخِ رسول ﷺ سے صلح کے شرعی احکام

مجیب: مولانا مفتی محمد اکمل قادری رضوی

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کچھ لوگ نبیِ پاک ﷺ اور اہلِ بیتِ عظام کی توہین کرنے کی پاداش میں ایک سال سے جیل میں قید ہیں اور کیس عدالت میں زیرِ سماعت ہے، کیا مدعی اُن گستاخان کو بری کروانے کے لیے صلح کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہ بھی بتایا جائے کہ مجرمان گستاخ رسول ہیں یا نہیں؟

سائل: حافظ حضور بخش، ڈیرہ غازی خان

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ سائل کا سوال نامہ مجمل و قابلِ تحقیق و تفتیش ہے، اگر ذکر کردہ افراد سے ذاتی لڑائی پر صلح کرنے کا استفتاء ہے تو شرعاً کسی مظلوم کا ظالم کو معاف کر دینا مستحسن و محمود ہے، ذاتی جھگڑے کو ختم کرکے مسلمانوں میں اصلاح کرنا بھی اجر و ثواب کا کام ہے... جب کہ قرآنِ کریم، احادیثِ طیبات اور فقہائے اسلام کی عبارات کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے گستاخ اگر گستاخی پر قائم و مُصِر رہیں تو اُنھیں مُعاف کرنے اور اُن سے صلح کرنے کی ہر گز، ہر گز اجازت نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ محتشم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذات کا ادب واحترام اور تعظیم و توقیر بجالانا عینِ ایمان و فرضِ عین اور ضروریاتِ دین سے ہے، اسی طرح اللہ رب العٰلمین اور رسولِ کائنات ﷺ کی صفات کی تعظیم و توقیر کرنا فرضِ عین اور ضروریاتِ دین سے ہے۔ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسولِ پاک ﷺ کی

بے ادبی، توہین، گستاخی انسان کو کافر و مرتد اور گستاخ بنادیتی ہے، یوں ہی ان کی صفات کی توہین و گستاخی کرنے سے گستاخ شخص شرعی اصولوں کی روشنی میں بدترین کافر و مرتد اور واجب القتل قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرنے والے کے بارے میں قرآنِ کریم واحادیثِ طیبات میں سخت احکام مذکور ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے بدبخت گستاخانِ رسول کو واصل جہنم کیا ہے۔

فقہائے کرام علیہم الرحمہ قرآن واحادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں: گستاخی کرنے والا شخص واجب القتل ہوتا ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے والا شخص اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ مقبول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین حق العبد ہے جو کہ توبہ سے زائل نہیں ہوتی اور گستاخ شخص کی گستاخی و کفر میں شک وشبہ کرنے والا اور اس کی گستاخی، توہینِ رسالت والے عملِ بد کو صحیح قرار دینے والا بھی بدترین گستاخ، کافر و مرتد ہوتا ہے۔

قرآنِ کریم، برہانِ رشید میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔[1]

[1] سورۃ الاحزاب:57

سورۃ التوبہ میں ہے: وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۔ اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔[1]

عبد اللہ بن خطل ابتداءً مسلمان تھا، نبی کریم ﷺ نے اسے عاملِ زکوٰۃ بنا کر کہیں بھیجا تو اُس نے صدقات وصول کرنے کے بعد راستے میں اپنے غلام سے ناراض ہو کر اسے قتل کر دیا اور خود مرتد ہو گیا۔ صدقات کے اونٹ ساتھ لے گیا اور جا کر مشرکینِ مکہ سے مل گیا۔ ابنِ خطل رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین و گستاخی کیا کرتا تھا، فتحِ مکہ شریف کے دن عام معافی کا اعلان کر دیا گیا، عبد اللہ بن خطل جو کہ بدترین گستاخوں میں سے تھا وہ غلافِ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹا ہوا تھا، اسی حالت میں اسے قتل کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے واضح حکم نامہ جاری فرمایا، تو صحابہ کرام نے ذرہ بھر تاخیر نہ کی، اس گستاخِ رسول "ابنِ خطل" کو کعبہ معظمہ کے پردوں کے ساتھ لپٹنے کی حالت میں ہی قتل کیا اور یوں ہی دیگر گستاخانِ رسول کو بھی صحابہ کرام نے قتل کرنے کا اہم ترین فریضہ سرانجام دیا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: أن رسول الله ﷺ دخل عام الفتح وعلى رأسه المغفر، فلما نزعه جاء رجل فقال: إن ابن خطل

---

[1] سورۃ التوبۃ:٦٥

متعلق بأستار الكعبة فقال اقتلوه۔ رسول اللہ ﷺ مکہ شریف میں داخل ہوئے اِس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ کے سرِ انور پر خَود تھاتو جب آپ ﷺ نے اپنے خَود کو اتاراتو ایک شخص نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کہا: ابنِ خطل کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹاہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا: اسے قتل کردو۔[1]

امام المجتہدین حضرت امامِ ابویوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: وأيما رجل مسلم سب رَسُوْل اللهِ ﷺ أو كذّبه أو عابه أوتنقصه فقد كفر بالله وبانت منه زوجته، فإن تاب وإلا قتل۔ یعنی جو مسلمان شخص رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا ان کی تکذیب کرے یا ان پر عیب لگائے یا ان کی توہین کرے تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس گستاخ کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی تو اگر وہ شخص توبہ کرلے فبہا وگرنہ اسے قتل کردیا جائے۔[2]

درِ مختار میں ہے: الكافر بسب نبي من الانبياء لاتقبل توبته مطلقا ولوسب الله تعالىٰ قبلت؛ لانه حق الله تعالىٰ والأول حق عبد لايزول بالتوبة ومن شك في عذابه و كفره كفر۔ جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہو ااس کی توبہ کسی حال میں قبول نہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے؛ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور پہلا بندے کا حق ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا اور

---

1 صحیح البخاری: باب دخول الحرم و مکة، رقم الحدیث: 1846

2 کتاب الخراج: فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام، ص 98،197، مطبع بولاق مصر

جس نے بھی اس کے عذاب و کفر میں شک کیا وہ کافر ہو جائے گا۔[1]

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ میں گستاخِ رسول کا حکمِ شرعی مذکور ہے: أجمع العلماء أن شاتم النبی ﷺ المنتقص له کافر والوعید جارٍ علیه بعذاب الله تعالیٰ له، وحکمه عند الامة القتل ومن شك فی کفره وعذابه فقد کفر۔ یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اور جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہو گیا۔[2]

گستاخِ خدا اور سول کے ساتھ ہر طرح کا لین دین، اس کے ساتھ نرم رویہ رکھنا، اس کی تیمارداری کرنا، اس کی خوشی و غمی میں شریک ہونا قرآن واحادیث کی روشنی میں سخت منع ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے

---

[1] در مختار: باب المرتد، ج1، ص356، مطبع مجتبائی دہلی

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص، الباب الاول، ج2، ص208، مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی

تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔[1]

اسی آیت کے تحت تفسیراتِ احمدیہ میں ہے: **دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلهم ممتنع**"۔ اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع (بدعتی) اور فاسق داخل ہیں اُن میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔[2]

لہٰذا جن لوگوں نے نبیِ محتشم ﷺ اور دیگر بزرگ ہستیوں کے خاکے (تصویریں بنائی) وہ فقط نام کے مسلمان ٹھہرے کہ کوئی بھی مسلمان رسول اللہ ﷺ کا خاکہ (تصویر) بنانے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

اور سوال نامہ میں ذکر کردہ افراد اسلام دشمنی میں ایسی خبیث حرکتیں کرنے کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہیں، اس وقت مُلکی حالات انتشار کا شکار ہیں، ذکر کردہ لوگ ملک میں فتنہ پرستی و فساد پھیلا کر ملکی حالات کو مزید خراب کرنا چاہتے ہیں اور ارضِ پاکستان مزید فتنوں کی متحمل نہیں ہے تو اصحابِ حل و عقد کی ذمہ داری ہے کہ ایسے شر پسند عناصر کے خلاف فی الفور قانونی کارروائی کر کے اُنہیں قرارِ واقعی سزائیں دیں؛ تاکہ آئندہ کسی بھی بدباطن، خبیث القلب اور مُلک دشمن کو ایسی ناپاک جسارت کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

......واللہ تعالی أعلم بالصواب.......

---

[1] سورۃ الانعام: 68

[2] تفسیراتِ احمدیہ: تحت آیتِ ٦/ ٦٨، ص ٣٨٨، مطبع بمبئ انڈیا

کارروائی رپورٹ مسابقۂ بہارِ شریعت 2023ء

تحریر: مولانا محمد اویس فاروق ثاقبی، جنرل سیکرٹری بزمِ رضا پاکستان

قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ میں جابجا علمِ دین حاصل کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ تعلیم و تعلم کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ سے اب تک بلا تعطل جاری وساری ہے۔

صدرِ شریعت، بدرِ طریقت، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بہارِ شریعت'' تصنیف فرما کر عالمِ اسلام پر احسان فرمایا، یہ کتاب عوام و خواص کی بنیادی ضرورت ہے، اِس کی حقیقت سے کوئی بھی غیر جانب دار شخص انکار نہیں کر سکتا۔

مرکزِ علوم وفنون جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تفقہ فی الدین کو فروغ دینے کے لیے جہاں دیگر طریقے اپنائے جاتے ہیں وہاں بزمِ رضا پاکستان کے زیرِ اہتمام مسابقۂ بہارِ شریعت کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس کا سہرا ہمارے مربی و محسن، استاذ العلما مولانا محمد حسن رضا سیالوی صاحب مدظلہ کے سر سجتا ہے۔

امسال تیسرے مسابقۂ بہارِ شریعت کا آغاز 07 اکتوبر، 2023ء کو ہوا، 26 مسابقوں کے بعد، 14 دسمبر، 2023ء کو فائنل کا انعقاد ہوا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ تمام مسابقہ جات کا انعقاد اوقاتِ اسباق کے علاوہ ہوا؛ تاکہ اسباق کی کارکردگی متأثر نہ ہو۔

مسابقہ میں 16 ٹیمیں شریک تھیں، ہر ٹیم 4 افراد پر مشتمل تھی، یوں 64 طلبہ نے مسابقہ میں حصہ لیا، سبقت پانے والے طلبہ کے اسما یہ ہیں: 1) مولانا مسعود احمد۔

2)مولانا حسان رضا۔ 3)مولانا محمد عبیر شاہد سیفی (اِن تینوں کا تعلق درجہ ثالثہ سے ہے)

4)مولانا محمد عبد اللہ رضوی (درجہ رابعہ)۔

حسبِ سابق امسال بھی مسابقہ کی منصوبہ بندی اور تمام مراحل کی نگرانی میرِ مسابقہ اُستاذ العلما مولانا محمد حسن رضا سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ نے سر انجام دی۔ آپ کے زیرِ نگرانی درجۂ حدیث شریف کے چھ طلبہ نے انتظامی ذمہ داریاں ادا کیں: مولانا سید جنید شاہ شیرازی، مولانا احمد کلیم نقشبندی، مولانا وسیم نسیم سلطانی، مولانا محمد سلمان قادری، مولانا محمد ذوالفقار، مولانا محمد عثمان غنی اختری رضوی۔

مسابقہ کے فائنل میں مہمانِ خصوصی جامعہ نعیمیہ لاہور کے قابلِ فخر مدرس و مفتی، نبیرۂ حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ، استاذ العلما مفتی سید علی زین العابدین کرمانی تھے، اُنھوں نے طلبہ کو تربیتی خطاب سے نوازا۔ صدارتی خطبہ جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی مد ظلہ نے دیا۔ آپ نے مسابقۂ بہار شریعت کے انعقاد پر نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے تمام منتظمین کی بھرپور تحسین کی اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا: یہ مسابقہ مجھ سمیت تمام شرکا کے لیے مفید ہے، بہت سے مسائل دورانِ مسابقہ مستحضر ہوئے ہیں۔ بلاشبہ اپنے وقت کے عظیم شیخ الحدیث کے یہ الفاظ مسابقہ کی قبولیت کی سند ہیں۔

آخر میں بزمِ رضا کی طرف سے شرکائے مسابقہ، منتظمین، مہمانِ خصوصی اور میرِ مسابقہ کی خدمت میں انعامی کتب پیش کی گئیں، اللہ کریم تمام مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، **آمین بجاہ النبی الکریم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

عالمِ اسلام کی عظیم دینی درسگاہ

جامعہ نظامیہ رضویہ کا

سالانہ

جلسہ دستارِ فضیلت و ختمِ بخاری شریف

عظیم الشان



محدّثِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتیٔ اعظم پاکستان

حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیّوم قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

بتاریخ 4 فروری 2024ء بروز اتوار صبح 9 بجے تا نمازِ ظہر



جامعہ نظامیہ رضویہ نبی پورہ سرگودھا روڈ شیخوپورہ

جسمیں ملک بھر سے علماء کرام، مشائخ عظام، قرّاء کرام اور نعت خواں حضرات تشریف لا رہے ہیں

متمنیانِ شرکت

انتظامیہ و اراکین جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ

لاہور 042-37657314 / 042-37665772 شیخوپورہ 056-3791805 / 056-3791807